# ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

**Name:**

**Registration No.:**

**Course Code: 0215**

**Program:**

**Semester: Autumn 2026**

# علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

**Allama Iqbal Open University, Islamabad**

## کورس :علم التعلیم(215)

Course: Ilm-ul-Taleem (0215)

سطح / پروگرام :میٹرک

شعبہ :ارلی چائلڈ ہڈ ایجوکیشن اینڈ ایلیمنٹری ایجوکیشن

سمسٹر :خزاں(Autumn 2026) 2026

## امتحانی مشق نمبر) 1 یونٹ 1 :تا3

کل نمبر — 100 :کامیابی کے نمبر40 :

**SOLVED ASSIGNMENT GUIDE — For Study & Reference**

نوٹ :یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعے اور رہنمائی کے لیے ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ مشق اپنے الفاظ میں، اپنے تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں لکھیں؛ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنا تعلیمی دیانت کے خلاف ہے اور یونیورسٹی کی ہدایات کے مطابق قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے۔ دینی نکات جہاں آئے ہیں وہاں قرآن و سنت کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، کسی آیت یا حدیث کا لفظ بہ لفظ متن نقل نہیں کیا گیا، اور عملی فقہی مسائل میں مستند علما سے رجوع کی ہدایت دی گئی ہے۔

## سوال نمبر1

*سوال نمبر 1: تعلیم کے مفہوم کی وضاحت کریں۔ یہ واضح کریں کہ تعلیم صرف اسکول تک محدود کیوں نہیں سمجھی جاتی؟ (20)*

### تعارف

تعلیم انسانی زندگی کا وہ بنیادی عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنے رویے، سوچ، علم اور کردار میں مثبت اور مقصدی تبدیلی لاتا ہے۔ عام طور پر لوگ تعلیم کا لفظ سنتے ہی اسکول، کتاب، استاد اور امتحان کا تصور ذہن میں لاتے ہیں، مگر علم التعلیم کے ماہرین کے نزدیک تعلیم اس سے کہیں زیادہ وسیع مفہوم رکھتی ہے۔ انسان پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک ہر لمحہ کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا ہے؛ ماں کی گود سے لے کر کھیل کے میدان، گھر کے ماحول، دوستوں کی صحبت، بازار، مسجد، میڈیا اور زندگی کے تلخ و شیریں تجربات تک، ہر جگہ اس کا سیکھنے کا عمل جاری رہتا ہے۔ اسی لیے تعلیم کو زندگی بھر جاری رہنے والا ایک مسلسل عمل کہا جاتا ہے۔ اس جواب میں پہلے تعلیم کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کی جائے گی، پھر یہ ثابت کیا جائے گا کہ تعلیم صرف اسکول کی چار دیواری تک محدود نہیں ہو سکتی، کیونکہ انسان کی شخصیت کی تعمیر میں اسکول کے علاوہ بہت سے دوسرے عوامل بھی برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

## تعلیم کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

لفظ تعلیم عربی زبان کے لفظ علم سے نکلا ہے جس کے معنی جاننے، آگاہی حاصل کرنے اور کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنے کے ہیں۔ اصطلاحی مفہوم میں تعلیم سے مراد وہ منصوبہ بند اور غیر منصوبہ بند عمل ہے جس کے ذریعے فرد کے علم، مہارت، رویے اور اقدار میں ایسی تبدیلی پیدا کی جائے جو اسے اپنے ماحول سے ہم آہنگ ہونے، اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے اور معاشرے کا مفید فرد بننے کے قابل بنائے۔ تعلیم صرف معلومات کا انبار لگانے کا نام نہیں، بلکہ معلومات کو سمجھنے، اسے زندگی میں استعمال کرنے اور اس کی بنیاد پر درست فیصلے کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا نام ہے۔ ایک پڑھا لکھا شخص صرف وہی نہیں جو ڈگری رکھتا ہو، بلکہ اصل تعلیم یافتہ وہ ہے جس کا کردار، گفتگو، معاملات اور سوچ اس کے علم کی گواہی دیں۔ اسی لیے ماہرین تعلیم کو تربیت، نشوونما اور کردار سازی سے جوڑ کر دیکھتے ہیں۔

## تعلیم بطور رویے میں تبدیلی کا عمل

جدید ماہرین کے نزدیک تعلیم کی سب سے بڑی پہچان رویے میں تبدیلی ہے۔ اگر کسی شخص نے بہت سی کتابیں پڑھ لیں مگر اس کے رویے، عادات اور معاملات میں کوئی بہتری نہ آئی تو اسے مکمل تعلیم نہیں کہا جا سکتا۔ بچہ جب اسکول آتا ہے تو وہ لکھنا پڑھنا سیکھنے کے ساتھ ساتھ وقت کی پابندی، صفائی، نظم و ضبط، دوسروں کا احترام، سچ بولنا اور مل جل کر کام کرنا بھی سیکھتا ہے۔ یہ تمام چیزیں رویے کی تبدیلی کی مثالیں ہیں۔ تعلیم انسان کو جہالت،

تعصب اور تنگ نظری سے نکال کر شعور، برداشت اور وسعتِ نظر عطا کرتی ہے۔ یہ اسے اچھے اور برے، درست اور غلط میں فرق کرنا سکھاتی ہے۔ لہٰذا تعلیم کا اصل پیمانہ سرٹیفکیٹ نہیں بلکہ وہ مثبت تبدیلی ہے جو انسان کی عملی زندگی میں نظر آئے۔

## تعلیم صرف اسکول تک محدود کیوں نہیں؟ — زندگی بھر کا عمل

تعلیم کے اسکول تک محدود نہ ہونے کی پہلی اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ سیکھنے کا عمل پیدائش سے شروع ہو کر زندگی کے آخری لمحے تک جاری رہتا ہے۔ بچہ اسکول جانے سے پہلے ہی ماں باپ سے بولنا، چلنا، کھانا پینا، تمیز و تمدن اور ابتدائی اقدار سیکھ چکا ہوتا ہے۔ اسکول کی تعلیم ختم ہونے کے بعد بھی انسان اپنے پیشے، تجربات، مطالعے اور مشاہدے سے مسلسل سیکھتا رہتا ہے۔ کسان کھیت سے، مزدور کارخانے سے، تاجر بازار سے اور عالم مطالعے سے ہر روز نیا سبق حاصل کرتا ہے۔ اگر تعلیم صرف اسکول تک محدود ہوتی تو اسکول چھوڑنے کے بعد انسان کی ذہنی نشوونما رک جاتی، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر بڑے اسباق زندگی انسان کو اسکول سے باہر ہی سکھاتی ہے۔ اسی مسلسل عمل کو زندگی بھر کی تعلیم یا دائمی تعلیم کہا جاتا ہے۔

## گھر، معاشرہ اور ماحول کا کردار

بچے کی پہلی درس گاہ اس کا گھر ہوتا ہے۔ والدین کی عادات، گھر کا ماحول، خاندان کے بڑوں کا رویہ اور گھر میں بولی جانے والی زبان بچے کی شخصیت پر اسکول سے پہلے اور اسکول کے ساتھ ساتھ گہرے اثرات ڈالتی ہے۔ اسی طرح معاشرہ بھی ایک بڑی درس گاہ ہے؛ محلے کے دوست، رشتہ دار، مذہبی اجتماعات، کھیل کود اور سماجی رسومات بچے کو تعاون، قربانی اور اجتماعی زندگی کے آداب سکھاتی ہیں۔ آج کے دور میں ٹیلی وژن، موبائل اور سوشل میڈیا بھی بچوں کی ذہن سازی میں بڑا کردار ادا کرتے ہیں، خواہ وہ اثر مثبت ہو یا منفی۔ یہ تمام ذرائع اسکول کے باہر ہونے کے باوجود تعلیم ہی کے عمل کا حصہ ہیں، جنہیں غیر رسمی اور غیر رسمیاتی تعلیم کہا جاتا ہے۔ لہٰذا تعلیم کو صرف اسکول سے جوڑنا اس کے مفہوم کو تنگ کر دینا ہے۔

## مثالیں

اس بات کو مثالوں سے سمجھنا آسان ہے۔ ایک بچہ اسکول میں صفائی کی اہمیت پڑھتا ہے، مگر گھر اور گلی میں صفائی کا عملی ماحول دیکھ کر ہی یہ عادت اس کی طبیعت کا حصہ بنتی ہے۔ ایک نوجوان کتاب میں ایمان داری کا سبق

پڑھتا ہے، لیکن بازار میں باپ کو تول میں پورا انصاف کرتے دیکھ کر اسے ایمان داری کی عملی تصویر ملتی ہے۔ بہت سے عظیم سائنس دان، شاعر اور مصلح اپنی رسمی تعلیم مکمل نہ کرنے کے باوجود ذاتی مطالعے اور تجربے سے بڑے عالم بنے۔ اس کے برعکس بعض ڈگری یافتہ افراد عملی زندگی میں ناکام ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ان کے پاس کتابی معلومات تو تھیں مگر تجربہ، کردار اور سماجی شعور نہیں تھا۔ یہ مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ اسکول تعلیم کا ایک اہم ذریعہ ضرور ہے، مگر واحد ذریعہ نہیں ہے۔

## نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ تعلیم ایک وسیع، ہمہ گیر اور زندگی بھر جاری رہنے والا عمل ہے جس کا مقصد انسان کی ذہنی، اخلاقی، جسمانی اور سماجی نشوونما ہے۔ اسکول اس عمل کا ایک منظم ذریعہ ہے، مگر گھر، معاشرہ، مذہب، میڈیا اور ذاتی تجربہ بھی اسی عمل کے اہم حصے ہیں۔ جو قومیں تعلیم کو صرف ڈگری اور اسکول تک محدود سمجھتی ہیں وہ کردار سازی اور عملی مہارت میں پیچھے رہ جاتی ہیں، جبکہ تعلیم کے وسیع مفہوم کو اپنانے والے معاشرے ہر فرد کو زندگی کے ہر مرحلے پر سیکھنے کا موقع دیتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں تعلیم کو اسکول کی عمارت سے نکال کر پوری زندگی اور پورے ماحول سے جوڑ کر دیکھنا چاہیے، یہی علم التعلیم کی اصل روح ہے۔

## سوال نمبر2

*سوال نمبر :2 مختلف ماہرینِ تعلیم کی دی گئی تعلیم کی تعریفوں کا تقابلی جائزہ پیش کریں۔ آپ کے نزدیک کون سی تعریف زیادہ جامع ہے؟ وجہ بھی بیان کریں۔(20)*

## تعارف

تعلیم اتنا وسیع اور ہمہ جہت عمل ہے کہ ہر دور کے مفکرین اور ماہرین نے اسے اپنے زاویے سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ کسی نے تعلیم کو کردار سازی کہا، کسی نے اسے تجربے کی تنظیمِ نو قرار دیا، کسی نے اسے معاشرتی عمل اور کسی نے انفرادی صلاحیتوں کی نشوونما کا نام دیا۔ ان تعریفوں کا تقابلی جائزہ لینے سے ہمیں تعلیم کے مختلف پہلو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کون سی تعریف تعلیم کی حقیقت کو سب سے زیادہ مکمل انداز میں پیش کرتی ہے۔ اس جواب میں چند مشہور ماہرین کی تعریفات پیش کر کے ان کا موازنہ کیا جائے

گا اور آخر میں اپنی رائے دلیل کے ساتھ بیان کی جائے گی۔ واضح رہے کہ ماہرین کے اقوال یہاں مفہوم کے طور پر اپنے الفاظ میں پیش کیے جا رہے ہیں، لفظ بہ لفظ اقتباس کا دعویٰ نہیں کیا جا رہا۔

## مشہور ماہرین کی تعریفات

جان ڈیوی کے نزدیک تعلیم تجربے کی مسلسل تنظیمِ نو کا نام ہے؛ انسان اپنے تجربات سے سیکھتا ہے اور ہر نیا تجربہ پرانے تجربے کو نئی صورت دیتا ہے، اس لیے تعلیم خود زندگی ہے، زندگی کی تیاری نہیں۔ پستالوزی کے نزدیک تعلیم انسان کی تمام فطری قوتوں اور صلاحیتوں کی ہم آہنگ نشوونما ہے، یعنی ذہن، دل اور ہاتھ تینوں کی متوازن تربیت۔ فریڈرک فریبل نے تعلیم کو بچے کی اندرونی صلاحیتوں کو باہر لانے کا عمل قرار دیا، جیسے مالی پودے کی نشوونما میں مدد کرتا ہے مگر پودا خود بڑھتا ہے۔ ارسطو کے نزدیک تعلیم کا مقصد صحت مند جسم میں صحت مند ذہن کی تربیت اور انسان کو نیکی کی زندگی کے قابل بنانا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر میں تعلیم کا مقصد انسان کو اپنے خالق سے جوڑنا، اس کے اخلاق سنوارنا اور اسے دنیا و آخرت کی بھلائی کے قابل بنانا ہے۔

## تعریفات کا تقابلی جائزہ

ان تعریفات کا موازنہ کریں تو کئی فرق نمایاں ہوتے ہیں۔ ڈیوی کی تعریف تجربے اور عملی زندگی پر زور دیتی ہے اور تعلیم کو جمہوری معاشرے کی ضرورت سے جوڑتی ہے، مگر اس میں اخلاقی و روحانی پہلو نسبتاً کم نمایاں ہے۔ پستالوزی کی تعریف متوازن نشوونما پر زور دیتی ہے جو ایک اچھا نکتہ ہے، تاہم اس میں معاشرتی مقاصد کی وضاحت کم ہے۔ فریبل کی تعریف بچے کی فطرت اور آزادی کو مرکز بناتی ہے جو پرائمری تعلیم کے لیے بہت مفید ہے، لیکن یہ تعریف تعلیم کے سماجی اور معاشی پہلوؤں کو چھوڑ دیتی ہے۔ ارسطو کی تعریف اخلاق اور جسمانی صحت کو اہمیت دیتی ہے مگر اس کا دائرہ قدیم یونانی معاشرے تک محدود تھا۔ اسلامی تعریف تعلیم کو مادیت سے آگے بڑھ کر روحانیت اور آخرت سے جوڑتی ہے، جو اسے دیگر تعریفات سے ممتاز کرتی ہے۔

## مشترک نکات

اختلافات کے باوجود ان تمام تعریفات میں کچھ نکات مشترک بھی ہیں۔ پہلا مشترک نکتہ یہ ہے کہ کوئی بھی ماہر تعلیم کو صرف معلومات کی منتقلی نہیں سمجھتا؛ سب اسے تبدیلی اور نشوونما کا عمل مانتے ہیں۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ تمام تعریفات میں بچے یا سیکھنے والے کو مرکز قرار دیا گیا ہے، یعنی تعلیم بچے پر مسلط کرنے کے بجائے اس کی

صلاحیتوں کو ابھارنے کا ذریعہ ہے۔ تیسرا نکتہ مقصدیت ہے؛ ہر تعریف میں تعلیم کا کوئی نہ کوئی مقصد بیان ہوا ہے، خواہ وہ اچھا شہری بنانا ہو، متوازن شخصیت کی تعمیر ہو یا نیک زندگی کی تیاری۔ چوتھا نکتہ یہ ہے کہ تقریباً سب ماہرین تعلیم کو زندگی سے قریب اور عملی سرگرمی سے جڑا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ مشترکات بتاتے ہیں کہ تعلیم کی اصل حقیقت انفرادی نشوونما، اخلاقی بہتری اور سماجی فائدے کا مجموعہ ہے۔

## سب سے جامع تعریف — میری رائے

میرے نزدیک سب سے جامع نقطہ نظر وہ ہے جو تعلیم کو پیدائش سے موت تک جاری رہنے والا وہ عمل قرار دیتا ہے جس سے فرد کی تمام صلاحیتوں کی ہم آہنگ نشوونما ہوتی ہے اور وہ اپنے ماحول اور معاشرے کے لیے مفید بنتا ہے۔ اس جامع مفہوم میں ڈیوی کا تجربہ، پستالوزی کی ہم آہنگ نشوونما، فریبل کی فطری آزادی اور اسلامی تعلیمات کا اخلاقی و روحانی مقصد سب جمع ہو جاتے ہیں۔ جامع تعریف کی پہچان یہ ہے کہ وہ فرد اور معاشرہ دونوں کو ساتھ لے کر چلے، ماضی کی روایت اور مستقبل کی ضروریات دونوں کا خیال رکھے، اور علم کے ساتھ عمل اور کردار کو بھی شامل کرے۔ جو تعریف صرف ذہن کو دیکھے یا صرف معاش کو، وہ نامکمل رہے گی۔

## وجوہات

اس انتخاب کی وجوہات واضح ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جامع تعریف تعلیم کو کسی ایک ادارے، عمر یا مضمون تک محدود نہیں کرتی بلکہ زندگی بھر کا عمل مانتی ہے، جو حقیقت کے عین مطابق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں جسمانی، ذہنی، اخلاقی، روحانی اور سماجی تمام پہلو شامل ہیں، اس لیے اس سے متوازن شخصیت کی تعمیر ممکن ہوتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ تعریف ہمارے معاشرے اور دینی اقدار سے ہم آہنگ ہے؛ ہم تعلیم کو صرف نوکری کا ذریعہ نہیں بلکہ انسان سازی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ چوتھی وجہ عملی ہے :اس تعریف کو بنیاد بنا کر نصاب، تدریس اور امتحان تینوں کو اس طرح ترتیب دیا جا سکتا ہے کہ بچہ کتابی علم کے ساتھ مہارت، کردار اور سماجی شعور بھی حاصل کرے۔ اسی لیے یہ تعریف نظری اعتبار سے بھی مضبوط اور عملی اعتبار سے بھی قابلِ اطلاق ہے۔

## نتیجہ

آخر میں کہا جا سکتا ہے کہ ہر ماہر کی تعریف تعلیم کے کسی نہ کسی پہلو کو اجاگر کرتی ہے اور کوئی تعریف کلی طور پر غلط نہیں ہے۔ ڈیوی نے تجربہ، پستالوزی نے ہم آہنگی، فریبل نے فطرت اور ارسطو نے اخلاق و صحت کو

نمایاں کیا۔ مگر جو تعریف ان تمام پہلوؤں کو ایک جگہ جمع کر کے تعلیم کو زندگی بھر جاری رہنے والا ہمہ گیر نشوونما کا عمل قرار دے، وہی سب سے جامع کہلانے کی مستحق ہے۔ ایک اچھے استاد کو چاہیے کہ وہ ان تمام تعریفات سے رہنمائی لے کر اپنے طالب علموں کی متوازن تربیت کرے، کیونکہ تعلیم کا اصل مقصد صرف پڑھانا نہیں بلکہ انسان بنانا ہے۔

### جدول :ماہرین کی تعریفات کا خلاصہ

| نمایاں پہلو | تعلیم کا مرکزی خیال | ماہر |
|---|---|---|
| عملی زندگی اور جمہوریت | تجربے کی مسلسل تنظیمِ نو | جان ڈیوی |
| ذہن، دل اور ہاتھ کا توازن | تمام قوتوں کی ہم آہنگ نشوونما | پستالوزی |
| بچے کی فطرت اور آزادی | اندرونی صلاحیتوں کا اظہار | فریبل |
| اخلاق اور نیکی کی زندگی | صحت مند جسم میں صحت مند ذہن | ارسطو |

## سوال نمبر3

*سوال نمبر 3: اسلامی تعلیم کے بنیادی اصول بیان کریں۔ ان اصولوں کا اطلاق موجودہ تعلیمی نظام میں کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ (20)*

### تعارف

اسلامی تعلیم سے مراد وہ نظامِ تعلیم ہے جس کی بنیاد قرآن و سنت سے حاصل کردہ ہدایات پر ہو اور جس کا مقصد انسان کی دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی ہو۔ اسلام میں علم حاصل کرنا محض ایک سماجی ضرورت نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ سمجھا جاتا ہے؛ مفہوم یہ ہے کہ اسلامی روایت میں علم کو ایمان، اخلاق اور عمل سے الگ نہیں کیا گیا۔ اسی لیے اسلامی تعلیم کے اصول بھی محض فنی اصول نہیں، بلکہ زندگی گزارنے کے رہنما اصول ہیں۔ اس جواب میں پہلے اسلامی تعلیم کے بنیادی اصول بیان کیے جائیں گے اور پھر یہ واضح کیا جائے گا کہ آج کے اسکولوں، اساتذہ اور نصاب میں ان اصولوں کو کس طرح عملی شکل دی جا سکتی ہے۔ دینی نکات مفہوم کے طور پر اپنے الفاظ میں درج ہیں، اور کسی عملی فقہی مسئلے میں طلبہ کو مستند علما سے رجوع کرنا چاہیے۔

### پہلا اصول :علم کی فرضیت اور نیت کی اصلاح

اسلامی تعلیم کا پہلا اصول یہ ہے کہ علم ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے اور اسے عمر یا جنس کی قید سے آزاد رکھا گیا ہے۔ اسی تصور سے زندگی بھر سیکھنے کا جدید نظریہ بھی ملتا جلتا ہے۔ دوسرا اہم نکتہ نیت ہے؛ اسلامی تعلیم میں علم اللہ کی رضا، انسانیت کی خدمت اور نیکی کے لیے حاصل کیا جاتا ہے، صرف شہرت یا مال کے لیے نہیں۔ جب استاد اور شاگرد دونوں کی نیت درست ہو تو تعلیم عبادت کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ یہ اصول آج کے ماحول میں خاص طور پر اہم ہے جہاں تعلیم کو اکثر صرف نوکری اور تنخواہ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ نیت کی اصلاح سے طالب علم میں علم کی قدر، استاد کا احترام اور سیکھنے کا اخلاص پیدا ہوتا ہے، جو اچھی کارکردگی کی بنیاد ہے۔

### دوسرا اصول :علم و عمل اور اخلاق کا اتحاد

اسلامی تعلیم کا دوسرا بڑا اصول علم اور عمل کا اتحاد ہے۔ علم وہی نافع ہے جو عمل میں ڈھل جائے؛ صرف معلومات جمع کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا اسلامی روایت میں پسندیدہ نہیں۔ اسی طرح اخلاق اسلامی تعلیم کی روح ہے۔ سچائی، امانت، عدل، شفقت، صبر اور بڑوں کا احترام وہ اقدار ہیں جن کے بغیر کوئی تعلیم مکمل نہیں سمجھی جا سکتی۔ تیسرا اصول توحید پر مبنی وحدتِ علم ہے؛ یعنی مذہبی اور دنیوی علم کو دو الگ خانوں میں بانٹنے کے بجائے تمام مفید علوم کو ایک ہی مقصد یعنی انسان کی بھلائی اور اللہ کی رضا سے جوڑا جاتا ہے۔ چوتھا اصول استاد کی عظمت ہے؛ اسلامی روایت میں استاد کو روحانی باپ کا درجہ دیا گیا ہے اور اس کے ادب کو علم کی برکت کی شرط سمجھا گیا ہے۔

### مزید اصول :تدریج، شفقت اور مساوات

اسلامی تعلیم کے دیگر اہم اصولوں میں تدریج اور آسانی کا اصول شامل ہے؛ تعلیم بچے کی عمر، ذہنی سطح اور استعداد کے مطابق درجہ بدرجہ دی جاتی ہے اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ شفقت اور نرمی بھی بنیادی اصول ہے؛ سختی اور خوف کے بجائے محبت، حوصلہ افزائی اور اچھی مثال سے سکھانا اسلامی اسوے کی پہچان ہے۔ مساوات کا اصول بھی اہم ہے؛ علم کے دروازے امیر غریب، مرد عورت سب کے لیے کھلے ہیں اور اسلامی تاریخ میں غلاموں اور عام لوگوں تک کے عالم بننے کی مثالیں ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ سوال کرنے کی حوصلہ افزائی،

مشاہدے اور غور و فکر کی دعوت، اور علم کو آگے پہنچانے کی ذمہ داری بھی اسلامی تعلیم کے نمایاں اصول ہیں۔ یہ تمام اصول مل کر ایک ایسا نظام بناتے ہیں جو علم کو انسانیت کی خدمت کا ذریعہ بناتا ہے۔

## موجودہ نظام میں اطلاق :نصاب اور استاد

ان اصولوں کا اطلاق آج کے نظام میں کئی طرح ممکن ہے۔ نصاب کے حوالے سے مذہبی اور اخلاقی اقدار کو صرف اسلامیات کے پیریڈ تک محدود رکھنے کے بجائے ہر مضمون میں سچائی، امانت اور محنت جیسی اقدار کو مثالوں اور سرگرمیوں کے ذریعے شامل کیا جا سکتا ہے، اور دنیوی علوم کو بھی زندگی کے مقصد سے جوڑ کر پڑھایا جا سکتا ہے۔ استاد کے حوالے سے اساتذہ کی تربیت میں پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ اخلاقی تربیت، بچوں سے شفقت اور اپنے مضمون پر عمل کو شامل کیا جائے، کیونکہ بچے استاد کی بات سے زیادہ اس کے کردار سے سیکھتے ہیں۔ اسکول کے ماحول میں نماز اور اخلاقی مجالس کا اہتمام، جھوٹ اور نقل کی حوصلہ شکنی اور سچ بولنے والوں کی ستائش اسی اصول کا عملی اطلاق ہے۔

## موجودہ نظام میں اطلاق : طریقہ تدریس اور جائزہ

طریقہ تدریس میں تدریج کا اصول یہ چاہتا ہے کہ مشکل تصورات آسان سے مشکل کی طرف مرحلہ وار سکھائے جائیں اور ہر بچے کو اس کی رفتار سے آگے بڑھنے دیا جائے۔ سوال کی حوصلہ افزائی کے اصول سے آج کا تصور برائے تحقیق و جستجو والی تدریس مکمل ہم آہنگ ہے؛ استاد بچوں کو سوال کرنے، مشاہدہ کرنے اور خود نتیجہ نکالنے کی تربیت دے۔ جائزے اور امتحان میں عدل کا اصول چاہتا ہے کہ نمبر شفاف طریقے سے دیے جائیں، نقل کی مکمل حوصلہ شکنی ہو اور بچے کی صرف یادداشت نہیں بلکہ فہم، عمل اور کردار کو بھی جانچا جائے۔ مساوات کے اصول کا اطلاق یہ ہے کہ غریب بچوں، بچیوں اور خاص بچوں کو بھی یکساں تعلیمی مواقع ملیں، فیس یا سماجی حیثیت کی بنیاد پر کسی بچے کو کمتر نہ سمجھا جائے۔ والدین اور اسکول کا رابطہ بھی اسی نظام کا حصہ ہے تاکہ گھر اور اسکول کی تربیت ایک سمت میں چلے۔

## نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم کے بنیادی اصول علم کی فرضیت، نیت کی اصلاح، علم و عمل کا اتحاد، اخلاق، وحدتِ علم، استاد کی عظمت، تدریج، شفقت اور مساوات ہیں۔ یہ اصول چودہ سو سال پرانے ہونے کے باوجود آج کی جدید

تعلیمی تحقیق سے حیران کن حد تک ہم آہنگ ہیں۔ موجودہ تعلیمی نظام کی بڑی کمزوریاں، یعنی اخلاقی بحران، نقل، استاد کی بے قدری اور تعلیم کا صرف نوکری سے جڑ جانا، انہی اصولوں کے اطلاق سے دور کی جا سکتی ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ان اصولوں کو تقاریر تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ نصاب، تدریس، اسکول کے ماحول اور جائزے میں عملی شکل دی جائے۔ ایسی تعلیم ہی ایسے انسان پیدا کر سکتی ہے جو عالم بھی ہو، باعمل بھی اور باخلاق بھی۔

## سوال نمبر4

*سوال نمبر 4: تعلیم کی اقسام بیان کریں۔ وضاحت کریں کہ ہر قسم معاشرے کی کن مخصوص ضروریات کو پورا کرتی ہے؟ (20)*

## تعارف

انسان مختلف حالات، مختلف مقامات اور مختلف طریقوں سے سیکھتا ہے، اسی لیے ماہرین نے تعلیم کو اس کی تنظیم، مقصد اور طریقے کی بنیاد پر مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ عام طور پر تعلیم کی تین بڑی قسمیں بیان کی جاتی ہیں : رسمی تعلیم، غیر رسمی تعلیم اور غیر رسمیاتی یا ضمنی تعلیم۔ ان تینوں کی اپنی خصوصیات، اپنے ادارے اور اپنے مقاصد ہیں، اور معاشرے کی کوئی ایک قسم اکیلے تمام ضروریات پوری نہیں کر سکتی۔ ایک صحت مند معاشرے میں تینوں قسمیں ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ اس جواب میں تینوں اقسام کی تعریف اور خصوصیات بیان کر کے یہ واضح کیا جائے گا کہ ہر قسم معاشرے کی کن مخصوص ضروریات کو پورا کرتی ہے۔

## رسمی تعلیم

رسمی تعلیم سے مراد وہ منظم اور منصوبہ بند تعلیم ہے جو اسکول، کالج اور یونیورسٹی جیسے باقاعدہ اداروں میں مقررہ نصاب، مقررہ اوقات اور تربیت یافتہ اساتذہ کے ذریعے دی جاتی ہے۔ اس کی خصوصیات میں درجہ بندی، امتحان، سرٹیفکیٹ اور عمر کے مراحل شامل ہیں۔ رسمی تعلیم کی سب سے بڑی خوبی اس کا نظام اور تسلسل ہے؛ بچہ آسان سے مشکل کی طرف مرحلہ وار آگے بڑھتا ہے اور اس کی کارکردگی کا باقاعدہ جائزہ لیا جاتا ہے۔ معاشرے کی وہ ضروریات جو رسمی تعلیم پوری کرتی ہے ان میں ڈاکٹر، انجینئر، استاد اور دیگر پیشہ ور افراد کی تیاری، خواندگی کی شرح بڑھانا، قومی نصاب کے ذریعے مشترک اقدار پیدا کرنا اور نوجوانوں کو ملازمت کے قابل بنانا شامل ہیں۔ کوئی معاشرہ باقاعدہ اداروں کے بغیر جدید علوم اور پیشہ ورانہ مہارتوں کی منتقلی کا بندوبست نہیں کر سکتا۔

### غیر رسمی تعلیم

غیر رسمی تعلیم سے مراد وہ منظم مگر لچک دار تعلیم ہے جو باقاعدہ اسکول نظام سے باہر مگر کسی نہ کسی منصوبے کے تحت دی جاتی ہے، جیسے بالغ خواندگی کے مراکز، فنی تربیت کے کورسز، فاصلاتی تعلیم، دینی مدارس کی بعض صورتیں، تربیتی ورکشاپس اور کمیونٹی کلاسز۔ اس میں عموماً عمر، وقت اور جگہ کی سختی نہیں ہوتی اور نہ ہی ہمیشہ ڈگری یا سرٹیفکیٹ مقصود ہوتا ہے۔ معاشرے کی وہ ضروریات جو یہ قسم پوری کرتی ہے ان میں اسکول چھوڑ دینے والوں کو دوسرا موقع دینا، بڑوں کو خواندہ بنانا، خواتین اور مزدوروں کو ان کے اوقات کے مطابق ہنر سکھانا اور دیہی علاقوں تک تعلیم پہنچانا شامل ہیں۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں بڑی آبادی رسمی نظام سے باہر رہ جاتی ہے، غیر رسمی تعلیم خواندگی اور ہنر مندی کے اہداف حاصل کرنے کا سستا اور تیز ترین ذریعہ ہے۔

### غیر رسمیاتی) ضمنی (تعلیم

غیر رسمیاتی تعلیم وہ ہے جو انسان غیر ارادی طور پر روزمرہ زندگی کے تجربات سے حاصل کرتا ہے۔ گھر کا ماحول، والدین کی تربیت، دوستوں کی صحبت، کھیل کود، میڈیا، مذہبی و سماجی اجتماعات اور سفر و مشاہدہ سب اسی قسم میں آتے ہیں۔ اس کا کوئی نصاب، استاد یا امتحان نہیں ہوتا، مگر شخصیت پر اس کے اثرات سب سے گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں، کیونکہ یہ بچپن سے شروع ہو کر زندگی بھر جاری رہتی ہے۔ معاشرے کی جو ضروریات یہ قسم پوری کرتی ہے ان میں زبان و تہذیب کی منتقلی، اخلاق و اقدار کی تربیت، سماجی آداب سکھانا اور نئی نسل کو اپنی روایات سے جوڑنا شامل ہیں۔ ایک بچہ مہمان نوازی، بڑوں کا ادب اور سچ بولنا کتاب سے کم اور گھر و معاشرے کے ماحول سے زیادہ سیکھتا ہے۔

### تینوں اقسام کا باہمی تعلق

یہ تینوں اقسام الگ الگ خانے نہیں بلکہ ایک ہی عمل کے تین پہلو ہیں۔ بچہ اسکول میں پڑھنا لکھنا سیکھتا ہے، مگر اسے استعمال گھر اور معاشرے میں کرتا ہے؛ اسکول میں سیکھی ہوئی اقدار اسی وقت پختہ ہوتی ہیں جب گھر کا ماحول ان کی تائید کرے۔ اگر اسکول سچ بولنا سکھائے اور گھر میں جھوٹ معمول ہو تو رسمی تعلیم کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو نوجوان رسمی تعلیم سے محروم رہ جائے اسے غیر رسمی تعلیم کے ذریعے معاشرے کا فعال فرد بنایا جا سکتا ہے۔ ایک اچھے تعلیمی نظام کی پہچان یہی ہے کہ وہ تینوں اقسام میں ہم آہنگی پیدا کرے :اسکول والدین کو

شریک کرے، میڈیا مثبت کردار ادا کرے اور غیر رسمی ادارے رسمی نظام کا بوجھ بانٹیں۔ تعلیم کی قسمیں جتنی زیادہ مربوط ہوں گی، معاشرے کی ضروریات اتنی ہی بہتر پوری ہوں گی۔

### جدول :اقسام اور معاشرتی ضروریات

ذیل کے جدول میں تینوں اقسام، ان کے ذرائع اور ان کی مخصوص معاشرتی ضروریات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے تاکہ موازنہ ایک نظر میں واضح ہو جائے۔

### مزید وضاحت :تینوں اقسام کی تکمیل

ایک اور زاویے سے دیکھیں تو یہ تینوں اقسام انسان کی عمر کے مختلف مراحل سے بھی جڑی ہوئی ہیں۔ بچپن میں غیر رسمیاتی تعلیم غالب ہوتی ہے کیونکہ بچہ گھر سے سب سے زیادہ سیکھتا ہے؛ اسکول کی عمر میں رسمی تعلیم آگے آ جاتی ہے؛ اور جوانی و بڑھاپے میں غیر رسمی اور فاصلاتی تعلیم کا دائرہ بڑھ جاتا ہے۔ اچھی قومی تعلیمی پالیسی وہی ہوتی ہے جو ان مرحلوں کو جوڑے رکھے تاکہ سیکھنے میں کبھی ٹوٹ پھوٹ نہ آئے۔ پاکستان میں اگر غیر رسمی بنیادی تعلیم کے مراکز سے فارغ بچوں کو رسمی اسکولوں میں باقاعدہ داخلہ ملے اور ان کی تعلیم ضائع نہ ہو تو لاکھوں بچے نظام سے جڑ سکتے ہیں۔ یہی طرح فاصلاتی تعلیم سے حاصل کردہ اسناد کو رسمی نظام میں تسلیم کرنا بھی اسی ربط کا حصہ ہے۔ گویا اقسام کا اصل سبق یہ ہے کہ تعلیم ایک ہے، اس کے راستے کئی ہیں، اور دانش مند معاشرہ ہر راستے کو عزت اور استناد دیتا ہے۔

### نتیجہ

آخر میں کہا جا سکتا ہے کہ رسمی تعلیم معاشرے کو ماہر پیشہ ور اور منظم علم فراہم کرتی ہے، غیر رسمی تعلیم پیچھے رہ جانے والوں کو موقع اور ہنر دیتی ہے، جبکہ غیر رسمیاتی تعلیم نئی نسل کو تہذیب، اخلاق اور سماجی شعور عطا کرتی ہے۔ تینوں میں سے کسی ایک کو نظر انداز کر دیا جائے تو تعلیمی نظام لنگڑا ہو جاتا ہے؛ صرف رسمی تعلیم پر زور دینے سے ڈگری یافتہ مگر بے کردار نسل پیدا ہوتی ہے اور صرف غیر رسمیاتی تعلیم پر انحصار کرنے سے جدید علوم میں پیچھے رہ جانا پڑتا ہے۔ دانش مندی اسی میں ہے کہ ہر قسم کو اس کی جگہ پر اہمیت دی جائے اور تینوں کو ایک مقصد یعنی انسان اور معاشرے کی بہتری کے لیے مربوط کیا جائے۔

### جدول :تعلیم کی اقسام اور معاشرتی ضروریات

| معاشرے کی مخصوص ضرورت | اہم ذرائع | قسم |
|---|---|---|
| پیشہ ور افراد کی تیاری، منظم علم، سرٹیفکیٹ | اسکول، کالج، یونیورسٹی | رسمی تعلیم |
| پیچھے رہ جانے والوں کو موقع، ہنر اور دوسرا موقع | خواندگی مراکز، فنی کورسز، فاصلاتی تعلیم | غیر رسمی تعلیم |
| تہذیب، اخلاق اور اقدار کی منتقلی | گھر، محلہ، میڈیا، صحبت | غیر رسمیاتی تعلیم |

## سوال نمبر5

*سوال نمبر :5 تعلیم فرد کی اخلاقی، ذہنی اور سماجی تربیت میں کس طرح کردار ادا کرتی ہے؟ مثالوں کے ساتھ وضاحت کریں۔(20)*

## تعارف

تعلیم کا اصل کام انسان کی ہمہ جہت تربیت ہے۔ ایک مکمل انسان وہی ہے جو ذہنی طور پر باشعور، اخلاقی طور پر مضبوط اور سماجی طور پر مفید ہو۔ اگر تعلیم صرف ذہن کو معلومات سے بھر دے مگر اخلاق اور سماجی رویے کو سنوار نہ سکے تو وہ ادھوری رہتی ہے۔ اسی لیے علم التعلیم میں تربیت کے تین بڑے میدان بیان کیے جاتے ہیں :ذہنی تربیت، اخلاقی تربیت اور سماجی تربیت۔ اس جواب میں مثالوں کے ساتھ واضح کیا جائے گا کہ تعلیم ان تینوں میدانوں میں کس طرح کردار ادا کرتی ہے اور اگر ان میں سے کوئی پہلو چھوٹ جائے تو فرد اور معاشرے کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔

## ذہنی تربیت میں کردار

تعلیم سب سے پہلے انسان کی ذہنی قوتوں کو بیدار اور منظم کرتی ہے۔ توجہ، یادداشت، مشاہدہ، تخیل، استدلال اور تنقیدی سوچ وہ ذہنی صلاحیتیں ہیں جو تعلیم کے ذریعے نکھرتی ہیں۔ اسکول میں بچہ صرف حقائق یاد نہیں کرتا بلکہ سوال کرنا، وجہ تلاش کرنا، موازنہ کرنا اور مسئلہ حل کرنا سیکھتا ہے۔ مثال کے طور پر سائنس کی تعلیم بچے کو یہ سکھاتی ہے کہ ہر دعوے کو تجربے اور دلیل کی کسوٹی پر پرکھا جائے؛ ایک بچہ جب خود تجربہ کر کے دیکھتا ہے

کہ پودا روشنی کے بغیر مرجھا جاتا ہے تو اس کی مشاہدے اور نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت پختہ ہو جاتی ہے۔ ریاضی کی تعلیم ذہن کو ترتیب، منطق اور درستگی سکھاتی ہے۔ ذہنی طور پر تربیت یافتہ انسان افواہوں پر یقین نہیں کرتا، فیصلے سوچ سمجھ کر کرتا ہے اور زندگی کے مسائل کا حل تلاش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

## اخلاقی تربیت میں کردار

تعلیم کا دوسرا بڑا کردار اخلاقی تربیت ہے۔ سچائی، امانت داری، انصاف، صبر، شکر، دوسروں کے حقوق کا احترام اور اپنی ذمہ داری کا احساس یہ وہ اقدار ہیں جو تعلیم کے ذریعے بچے کے کردار کا حصہ بنتی ہیں۔ استاد کی اپنی مثال اس سلسلے میں سب سے مؤثر ذریعہ ہے؛ جب بچہ دیکھتا ہے کہ استاد وقت کی پابندی کرتا ہے، نمبر انصاف سے دیتا ہے اور غلطی پر معذرت کر لیتا ہے تو یہ اقدار اس کے دل میں اتر جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر امتحان میں نقل نہ کرنے کی تربیت بچے کو صرف ایک اصول نہیں سکھاتی بلکہ زندگی بھر کی ایمان داری کی بنیاد رکھتی ہے۔ اسی طرح کھوئی ہوئی چیز واپس کرنے والے بچے کی سرعام ستائش پورے درجے کے لیے اخلاقی سبق بن جاتی ہے۔ اخلاقی تربیت کے بغیر تعلیم یافتہ انسان اپنے علم کو دھوکے اور نقصان کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہے، اس لیے کردار تعلیم کی روح ہے۔

## سماجی تربیت میں کردار

انسان معاشرے میں رہتا ہے اور تعلیم اسے معاشرتی زندگی کے قابل بناتی ہے؛ یہی سماجی تربیت ہے۔ اسکول ایک چھوٹا سا معاشرہ ہوتا ہے جہاں بچہ مختلف گھرانوں، مزاجوں اور خیالات کے بچوں کے ساتھ رہنا، مل جل کر کام کرنا، باری کا انتظار کرنا، اختلاف کو برداشت کرنا اور اجتماعی قواعد کی پابندی کرنا سیکھتا ہے۔ مثال کے طور پر گروہی سرگرمی میں ایک بچہ رہنما بنتا ہے، دوسرا لکھتا ہے اور تیسرا پیش کرتا ہے؛ اس عمل میں تعاون، قیادت اور ذمہ داری تینوں کی تربیت ہو جاتی ہے۔ کھیل کے میدان میں ہار جیت کو برداشت کرنا اور قواعد ماننا بچے کو مستقبل کا اچھا شہری بناتا ہے۔ سماجی تربیت یافتہ انسان اپنے حقوق کے ساتھ دوسروں کے حقوق بھی پہچانتا ہے اور معاشرے میں امن و ہم آہنگی کا ذریعہ بنتا ہے۔

## تینوں پہلوؤں کا باہمی توازن

یہ تینوں پہلو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور کسی ایک کو چھوڑنے سے پوری شخصیت متاثر ہوتی ہے۔ صرف ذہنی تربیت پانے والا شخص ذہین تو ہو سکتا ہے مگر خود غرض اور بے اخلاق بھی ہو سکتا ہے؛ تاریخ میں ایسے پڑھے لکھے مجرموں کی کمی نہیں جو اپنے علم کو نقصان کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ صرف اخلاقی وعظ سننے والا مگر ذہنی صلاحیت سے محروم شخص نیک نیتی کے باوجود عملی زندگی میں فیصلے نہیں کر پاتا۔ اسی طرح سماجی تربیت کے بغیر ذہین اور نیک انسان بھی عملی زندگی میں ناکام رہ سکتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کے ساتھ چلنا نہیں جانتا۔ اچھی تعلیم وہی ہے جو تینوں کا توازن قائم رکھے: نصاب ذہن کو، استاد کا کردار اخلاق کو اور اسکول کا ماحول سماجی رویے کو سنوارے۔ اسی توازن سے مکمل اور متوازن شخصیت وجود میں آتی ہے۔

## عملی مثالیں اور اسکول کا ماحول

اسکول کی روزمرہ زندگی ان تینوں تربیتوں کا عملی میدان ہے۔ صبح کی اسمبلی میں حمد و نعت، تلاوت کے مفہوم پر مختصر گفتگو اور قومی ترانہ اخلاقی و سماجی تربیت کا ذریعہ ہیں۔ صفائی مہم میں حصہ لینے والا بچہ صحت کا ذہنی علم بھی حاصل کرتا ہے اور صفائی کا اخلاقی و سماجی فرض بھی سیکھتا ہے۔ بحث و مباحثے کی سرگرمی ذہنی استدلال کو بھی تیز کرتی ہے اور دوسرے کی رائے سننے کا سماجی ادب بھی سکھاتی ہے۔ ایک استاد اگر کمزور بچے کو ڈانٹنے کے بجائے حوصلہ دے اور کلاس کو اس کی مدد پر آمادہ کرے تو پوری کلاس ہمدردی کا سبق سیکھتی ہے۔ یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ تربیت الگ سے کوئی پیریڈ نہیں بلکہ اسکول کے ہر عمل میں چھپی ہوتی ہے، بشرطیکہ استاد خود اس سے آگاہ ہو۔

## نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ تعلیم ذہنی تربیت کے ذریعے انسان کو شعور، استدلال اور مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت دیتی ہے، اخلاقی تربیت کے ذریعے اسے سچا، امانت دار اور ذمہ دار بناتی ہے اور سماجی تربیت کے ذریعے اسے تعاون، برداشت اور شہری ذمہ داری سکھاتی ہے۔ مثالوں سے واضح ہوا کہ یہ تربیت کتابی نصیحت سے زیادہ ماحول، مثال اور سرگرمی سے ہوتی ہے۔ جو نظام تعلیم ان تینوں پہلوؤں کو متوازن رکھتا ہے وہ ایسی نسل تیار کرتا ہے جو ذہین بھی ہو، باکردار بھی اور معاشرے کے لیے مفید بھی۔ استاد اور والدین دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کی صرف ذہنی کامیابی پر نظر نہ رکھیں بلکہ اس کے اخلاق اور سماجی رویے کی بھی اسی اہمیت سے تربیت کریں۔